پاک نے آسمانی کتب کو ہدایت اور نجات کا سبب بنایا، جو اس سبب کو اختیار کرے گا؛ اسے ہدایت اور دنیا و آخرت میں نجات ملے گی۔ وگرنہ ضلالت اور خسارہ اس کا مقدر بنے گا۔

نبی آخرالزمان ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد ہدایت کا سرچشمہ صرف کتاب الٰہی (قرآن پاک) اور سنت مطہرہ (صحیح احادیث شریفہ) ہے۔ اس لیے تمام بنی نوع انسان پر لازم ہے کہ بناوٹی دانش مندوں، فلسفیوں، اہل کلام کے افسانوں اور من گھڑت قصے کہانیوں کے پیچھے لگ کر اپنی محدود عمر کو ضائع نہ کریں؛ بلکہ ہدایت کے بنیادی مصادر قرآن مجید اور حدیث شریف کو سمجھ کر پڑھیں۔ اور اسی کے مطابق اپنے عقائد، عبادات اور سیرت کی اصلاح پر پوری توجہ مرکوز رکھیں۔ یہی دنیا و آخرت میں کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔[ابن العثیمین]

فائدہ نمبر۶: قرآن وسنت میں (إيتاء) یعنی "عطا کرنا" کی نسبت اللہ پاک کی طرف دو طرح سے ہوئی ہے:

(ا) **کونی طور پر عطا کرنا۔** اللہ تعالیٰ نے بطورِ امتحان کفار اور مجرموں کو دنیا میں عارضی ساز و سامان اور اختیار واقتدار سے مسلح کیا۔ جیسے کہ اللہ عز وجل نے قارون کے بارے میں فرمایا: ﴿وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ﴾ [القصص ٧٦] "اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے، جن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔"

(ب) **شرعی عطا** یعنی نعمت الٰہی، خواہ دنیاوی ہو یا دینی۔ جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾[ابن العثیمین]

﴿ کارآمد باتیں ﴾

مرسلہ: عبدالغفار خان

- آپ کے ذہن میں ہر وقت دو قوتیں لڑتی رہتی ہیں: مثبت سوچ اور منفی سوچ......
  کیا آپ جانتے ہیں کہ ان میں سے کون جیتے گا؟ وہی جس کو آپ زیادہ غذا دیتے ہیں۔
- جو تلخ باتیں کرتا ہے وہ شہد نہیں بیچ سکتا۔ اور جو میٹھی باتیں کرتا ہے، وہ مرچیں بلکہ زہر بھی بیچ سکتا ہے۔
- اللہ کی محبت ایک سمندر کی طرح ہے۔ آپ اس کا آغاز دیکھ سکتے ہیں؛ لیکن اس کی انتہا نہیں دیکھ سکتے۔
- زندگی کے چھ اصول: دعا کرنے سے پہلے یقین کرو۔ بولنے سے پہلے سنو۔ خرچنے سے پہلے کماؤ۔ لکھنے سے پہلے سوچو۔
  چھوڑنے سے پہلے کوشش کرو۔ اور سب سے اہم یہ ہے کہ مرنے سے پہلے زندگی کا سلیقہ سیکھو۔

درسِ حدیث

اصلاح معاشرہ میں شعروادب کا کردار

ابومحمد علوی

رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے:"......مَنْ سَنَّ فِی الإسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ فِی الإسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا"

[صحيح مسلم الزكاة باب الحث على الصدقة عن جرير]

"جوشخص دین اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کروادے اس کے لیے اپنے اجروثواب کے علاوہ اس نیک طریقے پر چلنے والوں کے برابر ثواب بھی ملتا رہے گا، جس سے ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے کسی برے طریقے کو رواج دیا' تو اس پر اپنی بدعملی کے وبال کے علاوہ اس طریقے پر چلنے والوں کے برابر مزید گناہ ہوگا، اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ جامع فرمان زندگی کے ہر مرحلے اور انسان کے ہر قول وعمل کا احاطہ کرتا ہے۔ اس درس میں صرف شعراء وادباء کے کلام سے متعلق پہلو پیش نظر ہے۔

"موت" دار العمل سے دار الجزاء کی طرف سفر کا نام ہے، جس سے انسان کے نیک و بد اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کرکے ان کی دعائیں لیتے ہیں، علم حق کی روشنی پھیلا کر سعادتِ دارین عام کرتے، یا رفاہِ عامہ کے کارنامے انجام دے کر خلقت کے لیے سہولیاتِ زندگی کا انتظام کرکے حیاتِ جاودانی پاتے اور اجر وثواب کا لامتناہی سلسلہ جاری کرجاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کی بدنصیبی کا کیا کہنا جو بدنیتی یا لاپروائی میں کچھ ایسے جرائم کا ارتکاب کرجاتے ہیں' جو ان کی ہلاکت کے بعد بھی معاشرے کو تباہی کی جانب دھکیلنے کا باعث بنتے ہیں۔ ان کے اعمال واقوال سینہ درسینہ، زباں درزباں، تصویر درتصویر اور کیسٹ درکیسٹ نسل انسانی میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی صدائے بازگشت فسق وفجور اور اعلانیہ وپوشیدہ بے حیائی کی شکل میں قریہ بہ قریہ، کوبہ کو گونجتی رہتی ہے۔ اور بگڑے معاشرے کی ناجائز پیداوار ان کی نقالی کو "ترقی پسندی" اور "روشن

خیالی'' کا نام دے کر پھولے نہیں سماتی۔

رب ذوالجلال فرماتے ہیں: ﴿ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالاً مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ﴾ [العنکبوت ۱۳] ''اور یہ لوگ ضرور بضرور اپنا بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور بھی بوجھ اٹھانا پڑے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث شریف سے رہبر کامل ﷺ اور آپ کے دین مبین کو علمی اور عملی طور پر چہار دانگ عالم میں پھیلانے والے جاں نثار اصحابِ کرام ﷺ، اہل بیتِ عظام ﷺ اور ائمہ اسلام کی درجہ بدرجہ فضیلتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ اور شرک و بدعت کی بنیاد رکھنے اور بدعت و معصیت میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے اور ان کی پابندی کرنے والوں کی شقاوت کا بھی کسی قدر اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس پر جس قدر غور کیا جائے' سعادت منداہل حق اور بد بخت اہل باطل کے مابین فرق نمایاں تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسبابِ زوالِ معاشرہ:

آج ہر ہوشمند کو شکایت ہے کہ معاشرے میں رفتہ رفتہ اتباعِ حق میں کمی اور تقلیدِ باطل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تمام مذاہب کے علماء کرام متفقہ طور پر عفت وعصمت کی حفاظت اور پردہ داری کی تلقین کرتے نہیں تھکتے، مگر روز بروز ایسے ایسے فیشن زدہ لباس عام ہو رہے ہیں، گویا کہ سیاہ فام خاتون صرف پھٹی ہوئی قمیص پہن کر بازار میں نکلی ہو۔

اس معاشرتی زوال کے اسباب درج ذیل ہیں:

﴿ ۱ ﴾: اسلامی نظام حکومت اور حدود و قصاص کے بجائے خود ساختہ قوانین کی عملداری

﴿ ۲ ﴾: ''بہبودِ آبادی'' کے نام پر دشمنانِ دین کے سفلی مقاصد کی آبیاری

﴿ ۳ ﴾: بدھ مت کے دیرینہ اثرات کی وجہ سے بے پردگی کا رواج

﴿ ۴ ﴾: جمہور مذاہب اور ملک کے عائلی قوانین میں بغیر ولی کے نکاح کا انعقاد

﴿ ۵ ﴾: رسول اللہ ﷺ کے منع کردہ عارضی مدت کے نکاح (متعہ) میں بے پناہ فضائل کا اعتقاد

﴿ ۶ ﴾: شکم پرست ''پروفیسروں'' کے ہاتھوں عشقیہ تعویذوں کی تجارت

﴿ ۷ ﴾: ذرائع ابلاغ اور وسائل تفریح کا ھندوانہ معاشرے کی عکاسی کرنا

ان تمام اسباب کے باوجود انسان کا فطری شرم وحیا اخلاق رذیلہ کے سامنے مضبوط قلعہ ثابت ہوتا ہے، جس میں نقب زنی کا سب سے مؤثر ہتھیار ''یہود و ہنود کا نقیب شعر وادب'' ہے۔

شعر وادب کی تأثیر:

ہادی برحق ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا'' [موطأ كتاب الجامع باب ما يكره من الكلام ح:١٥٦٤ش] ''اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً'' [ابن ماجه الادب عن أبى بن كعب ح:٣٧٤٥ش] ''بیشک کچھ اندازِ بیان میں جادو کی تاثیر ہوتی ہے۔'' اور ''بعض اشعار میں حکمت ودانائی بھی ہوتی ہے۔''

ہے اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم — شیشۂ دل ہے اگر تیرا مثالِ جامِ جم
پاک رکھ اپنی زباں، تلمیذِ رحمانی ہے تو — ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو
سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے — خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

ارسطو نے کہا تھا: ''شعر ایک قسم کی مصوری ہے؛ بلکہ شاعر مصور کے برخلاف ہر قسم کے احساسات، جذبات اور خیالات کی تصویر کشی کرتا ہے۔'' (رموزِ شاعری ص ۲۸)

کافر شاعر وادیب صرف انتخابِ الفاظ اور ردیف وقافیہ کا پابند ہوتا ہے۔ اگر معنی شاندار ہوا تو کیا کہنے! ورنہ کوئی اس پر انگشت نمائی نہیں کرسکتا۔ لیکن مسلمان پر شعر وادب کے حوالے سے دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ شعر وادب کا ذوق اسے لفظی اصولوں کا پابند بناتا ہے، اور اندر کا ایمان وضمیر اسے معنویت میں پستی کی جانب لڑھکنے سے روکتا ہے۔

سید وحید الحسن ہاشمی نے کیا خوب کہا: ''انسان'' اعمال کا ایک جیتا جاگتا خزانہ ہے، اس خزانے میں جنسی عوامل کے کھوٹے سکے نہیں ہونے چاہئیں۔ ادبی تنقید اور شرفِ انسانیت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس قوم سے اخلاقی اقدار ختم ہوجائیں، اس کے ادب کو ''ادبِ عالیہ'' اور اس کی تنقید کو ''ادبی تنقید'' کہتے ہوئے جھجک سی محسوس ہوتی ہے۔

ادیب اور شاعر تأثراتِ قلبی کو حسین پیرائے میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس وجہ سے ان کے کلام میں زیادہ کشش اور اثر پایا جاتا ہے۔ اسی لیے اس وقت کتب بینی سے بڑھ کر کیسٹ اور سی ڈی سے لطف اندوزی عام مشغلہ ہے۔ پبلک ٹرانسپورٹ یا پڑوسی کے گھروں سے اس کی صدائیں طوعاً وکرہاً سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ معصوم بچے بھی انہیں دہرانے لگتے ہیں۔

تأثیر کلام کے محرکات:

(۱) **لفظی خوب صورتی:** شعروادب میں بڑی عرق ریزی سے یہ حسن نکھارا جاتا ہے۔

(۲) **صوتی خوب صورتی:** اندازِ بیان کی خوبی ہے، جسے ہم نواؤں کی شرکت یا موسیقی وغیرہ کے ذریعے چار چاند لگائے جاتے ہیں۔

(۳) **معنوی محاسن:** سامعین میں اس کا ذوق پیدا کرنے کے لیے صبر واستقلال کے ایک کٹھن مرحلے سے گزرنا اور سستی شہرت کے بعض محرکات کو تج دینا پڑتا ہے۔ یہ شاعروادیب جب ''چمن میں دیدہ ور پیدا کرنے'' میں کامیاب ہو جائے تو اوجِ کمال تک پہنچ کر شاعر مشرق اور مفکر ملت بن جاتا ہے۔

(۴) **موقع کی مناسبت:** برمحل تازہ کلام اور موقع پر عمدہ انتخاب بھی کلام کی مقبولیت میں اضافہ کرتا ہے۔

(۵) **عوامی ذوق:** شعروادب جہاں تک زمینی حقائق کی ترجمانی کرے اور لوگوں کے مسائل چھیڑے، اتنا ہی وہ دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔

(۶) **غیر متوقع انوکھا کلام:** بعض اوقات انوکھی بات کا بھی خوب چرچا ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی پاپی، ناصح مشفق کی زبان اختیار کرے یا کوئی سنجیدہ باوقار شخصیت، چڑھتے سورج کا پجاری بن بیٹھے۔

(۷) **معاشرے میں حیثیت:** مختلف حوالوں سے شاعروادیب کے حلقہ احباب کی وسعت بھی مؤثر ہوتی ہے۔

نصب العین کا تعین کیجیے:

معاشرے پر اثر انداز ہونے والے، صلحائے قوم کا راستہ اپنا کر شمع ہدایت روشن کرتے اور اپنے لیے اجر وثواب کا چشمہ جاری کراتے ہیں، یا ائمہ ضلالت کے مرید بن کر بے تحاشا ناکردہ گناہوں کا بوجھ گردن پر اٹھاتے ہیں۔ شعروادب کے شاہینوں کو بھی پوری بصیرت اور عاقبت اندیشی کے ساتھ اپنا نصب العین متعین کر لینا چاہیے۔

اس سلسلے میں شافع اعظم ﷺ کا یہ فرمان ''بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم'' لے چلنے میں کارگر ہو سکتا ہے:

''اِن العبدَ لیتکلمُ بالکلمةِ مِن رضوانِ اللّٰهِ لا یلقی لها بالاً یرفعُه اللّٰهُ بها درجاتٍ، وإن العبدَ لیتکلمُ بالکلمةِ مِن سخطِ اللّٰهِ لا یلقی لها بالاً یهویٰ بها فی جهنمَ''

[صحیح البخاری ،کتاب الرقاق باب حفظ اللسان]

''بیشک ایک بندہ اللہ پاک کا پسندیدہ جملہ بولتا ہے، وہ خود اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا؛ اسی کی برکت سے اللہ

پاک اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور ایک بندہ اللہ کو ناراض کرنے والی کوئی بات کرتا ہے' جسے وہ خود تو چنداں اہمیت نہیں دیتا؛ لیکن بیچارہ اسی بات کی پاداش میں جہنم میں لڑھک جاتا ہے۔''

ھندوانہ تھذیب کے ایجنٹ مختلف روپ میں:

کافرانہ معاشرے کے داعیوں کی مختلف انواع واقسام ہیں:

﴿1﴾: وہ لوگ جو اسلامی تعلیمات کو (نعوذ باللہ) فرسودہ اور رجعت پسندی سمجھتے اور مغربی تہذیب کو اس کی تمام رنگینیوں اور نتائج وعواقب سمیت ''روشن خیالی'' اور ''ترقی'' کی اساس مانتے ہیں۔ ان میں کچھ ماڈرن قسم کے لبرل کلمہ گو (منافق) بھی شامل ہیں۔ ان کی غیرت وحیا میں زندگی کی کوئی رمق نہیں ہوتی؛ بلکہ انہیں اپنی خنزیرانہ زندگی پر ناز ہوتا ہے۔

﴿2﴾: بعض لوگ اپنی عیاشی کی خاطر معاشرے کو امریکہ و یورپ کے مشابہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں؛ لیکن اپنی بہو بیٹیوں کو اس کے برے اثرات سے بالکل محفوظ رکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بزعم خویش بڑے غیرت مند ہوتے ہیں؛ لیکن بزورِ بازو قانونِ قدرت کو روکنا کس کے بس میں ہے؟! انہیں آگاہ رہنا چاہیے کہ انہیں جلد یا بدیر دنیا میں ہی بدترین انجام کا سامنا ہوگا اور ان کی ناک کٹ جائے گی۔ کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ [النور ۱۹] ''بیشک وہ لوگ جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلنے کی خواہش رکھتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں المناک عذاب تیار ہے۔''

﴿3﴾: کچھ لوگ حسن کردار کے مالک اور اصلاحِ معاشرہ کے متمنی ہوتے ہیں؛ لیکن جہانِ شعر وادب کے باسیوں کی اجتماعی کمزوری ''دادطلبی'' تلے دب کر محض مجلس گرمانے کی حد تک فحش نظم ونثر سناتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ضمیر کا گلا گھوٹنے کے لیے مختلف حیلے بہانے استعمال کرتے ہیں۔ کبھی عربی زبان کی ادبِ جاہلی کو اپنی ''بے ادبی'' کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وسنت کے مقابلے میں کافر شاعروں کو آئیڈیل بنانا اور ان کے خیالات کو سفر علمی کا توشہ بنانا کسی اچھے طالب علم کا شیوہ نہیں ہے۔ اور درسی نصاب میں انہیں پڑھانے کا واحد مقصد زبان دانی اور ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہے۔

کبھی یہ کہ کر معترض کو ٹرخا دیتے ہیں کہ میرا مقصد وہ نہیں تھا جو تم نے سمجھا ہے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ

معاشرے میں حاصل وقار کی وجہ سے ان کے اس گناہِ بےلذت کو زیادہ پذیرائی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح یہ لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی بدنیت فاسقوں کے بےلوث خدمتگار بن جاتے ہیں۔

﴿4﴾: بعض جہلاء کا کہنا یہ ہے کہ صرف خوش طبعی کے لیے ایسی باتیں کہنا اور گانا کوئی بڑا قابل مذمت گناہ نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں میں خوشیاں بانٹنے کا بےضرر ذریعہ ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد ۲۸] "تسلی دل کو ملتی ہے اللہ کو یاد کرنے سے۔"

لیکن جن لوگوں کی خوشی، سکون اور اطمینان فحاشی اور معصیت سے ہی مربوط و مشروط ہو، ان کا انجام کار یہ ہوگا: ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْ ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِیْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝﴾ [الانشقاق ۱۰-۱۳] "اور جس بدنصیب کو عمل نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔ پس عنقریب وہ ہلاکت کی آرزو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں گھسے گا۔ بیشک وہ اپنے اہل خانہ میں بڑا خوش باش تھا۔"

﴿5﴾: کچھ سر پھرے بیحد احمقانہ سادگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کی پسماندہ ذہنیت اپنے قول و عمل کے دنیاوی و اخروی انجام پر دھیان دینے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ یہ بیچارے تول کر بولنا تو درکنار، بول کر تولنا بھی نہیں جانتے۔ اور خواہ مخواہ یہود و ہنود کی ہاں میں ہاں ملا کر مُست رہتے ہیں۔ ان کے سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ کوئی بڑی مصیبت مول لینے سے قبل ہی نفسیاتی اور دماغی معالجوں سے ان کا علاج کرائیں۔

کافرانہ تمدن کو ہوا دینے والے شاعروں کے بارے میں اللہ پاک کے ریمارکس یہ ہیں: ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ [الشعرآء ۲۲۴-۲۲۶] "اور شاعروں کے نقش قدم پر تو بھٹکے ہوئے لوگ ہی چلتے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور ایسی باتیں بولتے ہیں، جن پر خود بھی عمل نہیں کرتے۔" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایمانِ قوی، عمل صالح اور بکثرت ذکرِ الٰہی سے مالامال شاعروں کو مستثنیٰ فرمایا۔

یقیناً مؤمن شاعر کے لیے انتخابِ الفاظ میں شرافت، متانت اور اصلاحی پہلو کو اولیت دینا نہایت آسان ہوتا ہے۔ جس قدر انسان لذتِ ایمانی سے ناآشنا ہو، اسی قدر اس کے لیے جاہل سامعین کی دادِ تحسین کی قربانی دینا گراں ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھار اونچے پائے کے مفکرین بھی اپنی پروازِ معنویت میں اتنی شدید قلابازیاں کھا جاتے ہیں کہ ان کی دورخی ان کی مفکریت کو چکنا چور کر دیتی ہے۔